جناب عبدالرشید عراقی

قسط نمبر ۲ (آخری)

اسلام
دوسرے مذاہب کے مقابلے میں!

مذہبِ اسلام:

ان حالات میں اسلام دینِ رحمت بن کر نمودار ہوا۔ اور اپنی رحمت کی بارش سے انسانیت کی سوکھی ہوئی کھیتی ہری کر دی۔

۵۷۱ء میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لاتے ہیں بچپن میں ماں باپ کا سایۂ شفقت اٹھ جاتا ہے۔ ابتدائی دور اس صداقت و دیانت سے گزارتے ہیں کہ آپ کو "صادق" و "امین" کا لقب عطا ہوتا ہے۔ ۲۵ سال کی عمر میں آپؐ کی شادی ہوتی ہے۔ آئندہ ۱۵ برس آپؐ تفکر و ریاضت میں گزارتے ہیں۔ چالیسویں سال آفتابِ ہدایت طلوع ہوتا ہے۔ یعنی آپؐ ارشادِ ربانی کے مطابق خلائق کی ہدایت کا فریضہ اپنے ذمہ لیتے ہیں۔ آپؐ دنیا کی وحشی ترین اور جاہل قوم کے سامنے خدا کی احکام پیش کرتے ہیں — بت پرستی چھوڑ کر خدائے واحد کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں اور شرک کو مٹا کر توحید کا جھنڈا بلند کرتے ہیں۔

یہ نامانوس صدا سن کر ساری قوم بجز معدودے چند آگ بگولا ہو جاتی ہے اور آپ کے خون کی پیاسی ہو جاتی ہے۔ آپؐ کو اور آپؐ کے نام لیواؤں کو جسمانی اور روحانی اذیتیں دی جاتی ہیں لیکن آپؐ کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آتی اور اپنے مقدس فریضہ کی ادائیگی میں سرگرم رہتے ہیں — بعثت کے ۵ سال بعد آپؐ کے متبعین ملکِ حبش میں نجاشی کے ہاں پناہ لیتے ہیں۔ مگر آپؐ مکہ ہی میں رہ کر نبردآزما کے مظالم کا ہدف بنتے ہیں۔ تاہم مسلمانوں کی تعداد روز بروز بڑھتی رہتی ہے۔ کفارِ مکہ سراسیمہ ہو کر آپؐ کے چچا کے ہاں آتے ہیں اور آپؐ کو دعوت ترک کرنے کے عوض تمام ملک کی بادشاہت پیش کرتے ہیں۔ مگر آپؐ نہایت وقار و اطمینان سے فرماتے ہیں:

"اگر کفارِ قریش میرے ایک ہاتھ میں آفتاب اور دوسرے ہاتھ میں ماہتاب رکھ دیں، تو بھی میں خلائق کی ہدایت سے باز نہ آؤں گا۔"

مدینہ کے بعض اشخاص خانہ کعبہ کی زیارت کرنے مکہ آتے ہیں اور اسلام کی تعلیم سے متاثر ہو کر آپؐ کے حلقہ بگوش ہو جاتے ہیں - یہ اپنے وطن واپس جا کر اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں - رفتہ رفتہ مدینہ میں حامیانِ اسلام کی تعداد بڑھتی جاتی ہے - کفارِ مکہ کی آتشِ غضب بھڑک اٹھتی ہے اور آپؐ کے قتل کے درپے ہو جاتے ہیں - مگر آپؐ خدا کی رحمت سے مع اپنے متبعین کے مدینہ بخیر و خوبی پہنچ جاتے ہیں - مدینہ میں آپؐ کا قدم پہنچنا تھا کہ وہاں کی شان و رونق دوبالا ہو جاتی ہے - جو قبائل ہمیشہ ایک دوسرے سے برسرِ پیکار رہتے تھے، اب نشۂ اخوت میں سرشار ہو جاتے ہیں - حتیٰ کہ اوس اور خزرج بھی رشتۂ وحدت میں منسلک ہو کر "انصار" کے لقب سے ممتاز ہوتے ہیں - یہ مہاجرین کو حقیقی بھائی سمجھ کر اپنے تمام ملوکات کا نصف ان کے حوالے کر دیتے ہیں اور باہم شیر و شکر ہو کر خدا کی یاد میں مشغول ہو جاتے ہیں - پھر خدا کا گھر تیار ہوتا ہے جس میں ایک طرف رب العالمین کی پرستش ہوتی ہے اور دوسری طرف باہمی اخوت، انسانی ہمدردی، رحم و انصاف، بڑوں کا اعزاز، چھوٹوں کا خیال، یتیم بچوں کی پرورش و نگہداشت، غرض ہر قسم کے اخلاقی، معاشرتی اور اجتماعی سبق پڑھائے جاتے ہیں -

کفارِ مکہ آپؐ کی اس غیر معمولی ترقی کو دیکھ کر جنگ و جدال کے لئے کمربستہ ہوتے ہیں - آپؐ حتی المقدور جنگ سے احتراز کرتے ہیں لیکن بادلِ ناخواستہ دفاع کے لئے تیار ہو جاتے ہیں - اس طرح کفار سے متعدد غزوات ہوتے ہیں، جن میں خدا کی رحمت سے آپؐ کو کامیابی حاصل ہوتی ہے - آخر ہجرت کے آٹھویں سال کفارِ مکہ جب صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کرتے ہیں، آپؐ مظلوموں کی دادرسی اور ظالموں کی بیخ کنی کے لئے دس ہزار مسلمانوں کی جمعیت کے ساتھ مکہ تشریف لاتے ہیں - صدق و خلوص اور جوش کا یہ عالم تھا کہ کفار سراسیمہ ہو کر ہتھیار ڈال دیتے ہیں اور شہر آپؐ کے قبضہ میں آجاتا ہے -

اس ظفر و فتح کے بعد آپؐ اپنے دشمنوں سے جو نیک سلوک کرتے ہیں، اس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی - ہر قصور معاف کر دیا جاتا ہے، ہر خطا بخش دی جاتی ہے، ہر جرم فراموش کر دیا جاتا ہے اور عام عفو کا اعلان کر دیا جاتا ہے - آپؐ کے اس غیر معمولی حسنِ سلوک پر کفارِ مکہ اور پھر تمام باشندگانِ عرب گرویدہ ہو جاتے ہیں اور آپؐ کو خدا کا سچا نبی سمجھ کر بہ طیبِ خاطر آپؐ پر ایمان لاتے ہیں - اور اس طرح ۲۳ سال کی قلیل مدت میں صحرائے عرب کی وحشی اور تندخو قوم جو خونخواری اور سفاکی میں بے مثال تھی، ایک متمدن قوم بن جاتی ہے - اب بت پرستی کی بجائے خدا پرستی کا دور دورہ ہو جاتا ہے - جہالت و ظلمت کی جگہ علم و روشنی کے چراغ جگمگانے ہیں - باہمی مخالفت و معاندت کے عوض اتفاق و اتحاد قائم ہو جاتا ہے -

اس ۲۳ سالہ عہدِ نبوت میں جو مہتم بالشان واقعات پیش آئے، ان کو مختصراً نمبروار پیش کیا جاتا ہے:

۱ - آپؐ نے مصائب برداشت کرنے کے باوجود کسی شخص کو ذاتی ، مذہبی یا کسی حیثیت سے گزند نہیں پہنچایا - اب تک کوئی منصف مزاج یہ ثابت نہیں کر سکا کہ تبلیغِ اسلام کے لئے آپؐ نے تشدد اور سختی روا رکھی یا کسی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا -

۲ - آپؐ کو حکومت یا بادشاہت کی مطلقاً طمع نہ تھی - جب کفارِ مکہ نے ابو طالب کی وساطت سے آپؐ کی خدمت میں بادشاہت پیش کی تو آپؐ نے شانِ نبوت کے ساتھ اسے ٹھکرا دیا -

۳ - جب آپؐ اور آپؐ کے ساتھی کفار کے وحشیانہ سلوک سے تنگ آ گئے تو بعض مسلمانوں نے آپؐ سے ان کے حق میں بددعا کرنے کی سفارش کی - مگر آپؐ مجسمہ رحمت تھے ، فرمایا :

" میں تو رحمۃ للعالمین ہو کر آیا ہوں ، بددعا کرنے کے لئے نہیں آیا "

۴ - فتح مکہ کے وقت آپؐ کے سفاک دشمنوں کو اپنی کرتوتوں کی بنا پر ہلاکت کا یقین تھا - آپؐ نے نہایت مروت کے ساتھ ان سے دریافت فرمایا :

" اے اہلِ قریش ، تم مجھ سے کس سلوک کی امید رکھتے ہو ؟ "

انہوں نے جواب دیا :

" برادرِ من ! ہم مہربانی اور ہمدردی کی امید رکھتے ہیں "

آپؐ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں ، دریائے رحمت جوش میں آ گیا اور آپؐ نے فرمایا :

" میں تم سے وہی سلوک کروں گا جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کیا تھا - میں تم کو ملامت نہیں کروں گا - خدا تمہارے قصوروں کو معاف کر دیگا کہ وہ بڑا مہربان اور رحیم ہے "

۵ - آپؐ کے پرامن مذہب کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ آپؐ کی کرم فرمائی آپؐ کے نام لیواؤں کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ اور مذاہب کے لوگ بھی اس سے بہرہ ور ہوتے تھے - ہجرت کے بعد آپؐ نے مدینہ میں ایک منشور نافذ کیا تھا جس کی رو سے یہودیوں کی مذہبی آزادی برقرار رکھی گئی - ان کی آسائش کا پورا لحاظ رکھا گیا - اور ان کو معاشرتی امور میں مسلمانوں کے برابر حقوق و اختیار دیئے گئے - ہجرت کے چھ سال بعد آپؐ نے عیسائیوں کو ایک منشور عطا فرمایا - جس کی رو سے مسلمانوں پر عیسائیوں کی نگہداشت واجب قرار دی گئی - ان سے حسنِ سلوک کا عہد کیا گیا - ان کی مذہبی اور قومی آزادی برقرار رکھی گئی - گرجاؤں کا نہ صرف پورا احترام کیا گیا بلکہ مرمت کی صورت میں ان کے لئے مالی اعانت کا وعدہ بھی کیا گیا - مسلمانوں کی عیسائی عورتوں کو اپنے مذہب پر چھوڑ دیا گیا ــــ تاریخِ عالم کے قارئین کو اس بے تعصبی اور بانیٔ اسلام کی وسعتِ نظر کا اس واقعہ سے اندازہ ہوگا کہ فتح مکہ کے بعد جب مختلف اطراف سے

وفود آپؐ کی خدمت میں بیعت کرنے کے لئے آتے تو آپؐ ضروری تعلیمات کے بعد مبلغین ان کے ساتھ کر دیتے۔ اور ان کے فرائض ان جواہر ریزوں میں بیان کر دیتے:

"لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنا - ان پر ہرگز تشدد نہ کرنا - تم لوگوں سے اہل کتاب دریافت کریں گے کہ جنت کی کنجی کیا ہے؟ تم جواب دینا "خدا کی حقانیت پر ایمان لانا اور کارِ خیر جنت کی کنجی ہے"!

اس فرمانِ نبوی کی ہر جگہ تعمیل ہوتی - اور ایک مرتبہ کے سوا اور کبھی اس کی خلاف ورزی نہیں ہوتی - حضرت خالدؓ بن ولید کے گروہ نے غلطی سے بنی خزیمہ کے چند اشخاص کو قتل کر ڈالا - آپؐ کو جب اس واقعہ کی خبر ملی تو آپؐ بیحد ملول ہوئے - نہایت عجز و الحاح کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کی "یا خدایا! میں خالد کی حرکت سے بالکل بے خبر اور بے قصور ہوں" اس کے بعد آپؐ نے فوراً حضرت علیؓ کو تدارک اور تلافی مافات کے لئے روانہ کیا۔ انہوں نے تحقیقات کر کے درشار کو دیت سے کہیں زیادہ تاوان دے کر ان کی تسلی و تشفی کر دی۔

یہ مسلسل واقعاتِ زندگی اس ہستی کے ہیں جو فخرِ دوعالم اور رحمۃ للعالمینؐ بن کر آئے۔ کیا ان میں کہیں بھی کوئی جھول ہے؟ کیا آپؐ کی جبینِ حیات میں کہیں بھی کوئی شکن ہے؟ —— یہ ہے اس مذہب کے عروج کی داستان جو دیگر مذاہب کی تکمیل کے لئے آیا۔ کیا اس در تنی میں اس کے دامنِ اوصاف میں کہیں بھی داغ پایا جاتا ہے؟

اسلام سے قبل حقوق العباد کا کوئی لحاظ نہ تھا۔ عزیزوں اور رشتہ داروں کے حقوق پامال تھے۔ عورتوں کے بارے میں ان کے خیالات نہایت پست تھے اور ان کی ذاتی حیثیت کچھ نہ تھی۔ غلاموں کو ڈھور ڈنگروں کی طرح سمجھا جاتا۔ پڑوسیوں کے معاملہ میں کوئی خاص ذمہ داری محسوس نہ کی جاتی تھی، نہ رشتہ داروں سے اور باہم کوئی مؤانست و مودت کا وجود تھا۔ ہر طرف لوٹ مار، غارت گری، لوٹ مار اور اندھیر نگری کا سماں طاری تھا۔ دنگا فساد عام تھا۔ کسی کی عزت محفوظ نہ تھی۔ شرک و بت پرستی کا دور دورہ تھا۔ جوا بازی، شراب نوشی، اور زنا جیسی برائیاں عام تھیں۔

مگر جب اسلام آیا تو اس نے وہ سب حقوق بحال کئے جو پامال ہو چکے تھے۔ اسلام نے حقوق العباد کے بارے میں واضح اعلان کیا اور تفصیل سے بتایا کہ حقوق العباد کیا ہیں اور کس طرح ان سے عہدہ برآ ہونا چاہیئے۔ اسلام نے واضح کیا کہ دنیا کا سارا کارخانہ انسانی حقوق و فرائض کے تعین اور ان کے تحفظ پر قائم ہے۔ یعنی ایک معاشرہ میں انسانوں کے کیا حقوق اور ان سے متعلق ان کے کیا فرائض ہیں؟ اور وہ ان کی ادائیگی کے کہاں تک

مکلف ہیں؛ ان میں سے بعض اصول حقوق اور ان کے متعلق کلی احکام موجود ہیں جن کا تعلق پورے معاشرہ کی فلاح سے ہے۔ اگر ان کو بروئے کار نہ لایا جائے تو معاشرہ کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے۔ مثلاً عدل و انصاف کا قیام، ظلم و جور کا انسداد، انسانی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت، دوسرے افراد کے حقوق کا خیال۔ مثلاً دولت مندوں پر غریبوں کے اور غربا پر دولت مندوں کے، باپ پر بیٹے کے اور بیٹے پر باپ کے، بیوی پر شوہر کے اور شوہر پر بیوی کے حقوق۔ اسی طرح رشتہ داروں کے دوسرے رشتہ داروں پر، بڑوں پر چھوٹوں اور چھوٹوں پر بڑوں کے حقوق۔ پھر مختلف طبقوں کے ایک دوسرے پر کیا حقوق ہیں: ان پر اسلام نے تفصیل سے بحث کی ہے اور تاریخ کا طالبِ علم ان سے بخوبی آگاہ ہے۔

خلاصہ اور نتیجہ:

آپ نے زردشت، یہودیت، عیسائیت، ہندو ازم اور بدھ مت کے عروج اور ذرائع ترقی کا اجمالی خاکہ دیکھا اور اس کے ساتھ ہی آپ نے عروجِ اسلام کا مطالعہ بھی کیا۔ اب یہاں آپ موازنہ کر سکتے کہ قبل از اسلام ادیان کی ترقی کس طرح ہوئی اور اسلام کی کس طرح؟ اور یہ کہنا بے محل نہ ہوگا کہ اسلام شمشیر آہنی سے نہیں بلکہ اخلاق کی تلوار سے پھیلا۔ اور اسلام کو جو غیر معمولی عروج حاصل ہوا وہ مادی قوت سے نہیں بلکہ روحانی طاقت کی بنا پر ہوا۔

مذہبِ اسلام کی اس فضیلت و ترجیح کے غیر مسلم بھی قائل ہیں۔ چنانچہ مشہور مؤرخ "اسٹوڈرڈ" اپنی کتاب "جدید دنیائے اسلام" میں لکھتا ہے:

"عروجِ اسلام انسانی تاریخ کا سب سے حیرت انگیز واقعہ ہے۔ اسلام کا آغاز ایک گمنام ملک اور گمنام قوم میں ہوا۔ تاہم ایک صدی کے اندر نصف دنیا پر پھیل گیا۔ بڑی بڑی سلطنتیں پاش پاش ہو گئیں، قدیم مذاہب مٹ گئے۔ اقوامِ عالم میں روحانی انقلاب پیدا ہو گیا۔ اور ایک نئی دنیا یعنی دنیائے اسلام کا اجرا کیا گیا۔ جس قدر ہم عروجِ اسلام پر نظر ڈالتے ہیں، اسی قدر ہماری حیرت اور دو بالا ہو جاتی ہے۔ دیگر عظیم الشان مذاہب راہِ ترقی میں آہستہ آہستہ کلفت و مشقت کے ساتھ گامزن ہوئے۔ اور پھر زبردست بادشاہوں کے قبولِ مذہب سے مسلط ہو گئے۔ قسطنطین نے مسیحیت کے لئے، آسوکا نے بدھ ازم کے لئے اور سائرس نے دینِ زردشت کے لئے اپنا زر خرچ کیا۔ اسلام کی یہ حالت نہ تھی۔ اسلام کی ابتداء ایک صحرا میں ہوئی جہاں کے خانہ بدوش باشندے انسانی تاریخ میں کبھی ممتاز نہیں ہوئے۔ اسلام کی راہ میں بڑی بڑی مادی رکاوٹیں تھیں اور کسی قسم کی امداد نہ تھی۔ بایں ہمہ معمولی سہولت کے ساتھ وہ فروغ

پاتا گیا۔ اور دو نسلوں کے اندر وسطِ ایشیا سے وسطِ افریقہ تک اس کا جھنڈا لہرانے لگا۔"

اس لئے کوئی پڑھا لکھا اور عقلِ سلیم کا مالک شخص اس بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ اسلام انسانوں کے عقلی بلوغ اور تمدنی ترقی کے دور کا مذہب ہے۔ اس لئے اس کی تعلیمات میں جو وسعت اور جامعیت ہے، اس سے تمام گزشتہ مذاہب خالی ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو دنیا کا آخری اور مکمل مذہب قرار دیا۔ اور اس کو اتمامِ نعمت قرار دیا:

"الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا" (المائدہ)

"آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی۔ اور میں نے تمہارے لئے دینِ اسلام کو پسند کر لیا"

اور اس پیغمبر (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر نبوت کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا:

"ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" (الاحزاب)

"حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں"

اس لئے اسلام ابد تک ساری کائنات کے لئے جملہ اخلاقی، روحانی، دنیاوی اور مادی ضروریات کا جامع ضابطۂ حیات ہے۔ اور انسانوں سے لیکر حیوانات اور نباتات تک کوئی مخلوق بھی اس کے فیضانِ رحمت سے محروم نہیں!